© rasailojaraid.com

اس باب میں ہمیں مصنف کی اصطلاح "الاشتراکیۃ الاسلامیۃ" (اسلامی سوشلزم) سے اختلاف ہے۔ مصر و شام میں ہمارے ہم خیال دوستوں نے "اسلامی سوشلزم" کی اصطلاح تقریباً قبول کر لی ہے۔ وہ شیوعیہ (کمیونزم) سے تو بہت برہم ہیں، مگر اظہار مدعا اور تفہیم عام کے لیے اسلامی اشتراکیت (اسلامی سوشلزم) استعمال کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ ہم انشاء اللہ انہیں اس طرف بار بار توجہ دلائیں گے۔ اسی طرح ایک جگہ مصنف نے جمال الدین افغانی، محمد عبدہٗ، احمد عرابی اور عبدالرحمٰن الکواکبی کو اسلامی حکومت کے داعیوں میں شمار کیا ہے (ص ۴۸)۔ یہ صحیح نہیں[1]۔ سید جمال الدین مسلمان حکومتوں کا سیاسی اتحاد اور مغربی طاقتوں کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے۔ محمد عبدہٗ کچھ دنوں تو اپنے استاذ کے ساتھ چلے، پھر ایک تعلیمی و معاشرتی مصلح ہو کر رہ گئے۔ کہیں کہیں تو محمد عبدہٗ ہمارے ہاں کے سر سید، امیر علی اور چراغ علی کی صف میں آ جاتے ہیں۔ احمد عرابی ایک فوجی لیڈر تھے۔ وہ نہ عالم تھے نہ مصلح۔ عبدالرحمٰن الکواکبی کے سیاسی اور دینی مصلح ہونے میں شک نہیں، مگر اسلامی حکومت کا داعی کہنا انہیں بھی مشکل ہے۔

بس یہی دو چیزیں کتاب کے فکری نظام میں ٹھیک نہیں بیٹھتیں۔ انشاء اللہ ہم انہیں اس طرف توجہ دلائیں گے۔

(۲) **الاسلام والاوضاع الاقتصادیۃ** (اسلام اور معاشی تشکیلات) تالیف محمد الغزالی: ۱۱۶ صفحے (دوسرا ایڈیشن)

اقتصادی نظام اور اس کی مختلف تشکیلات کے باب میں دین کا موقف کیا ہے؟ یہ ہے کتاب کا موضوع۔

مؤلف نے صرف دین کے نصوص اور اس کے مآخذ پر اعتماد کیا ہے۔ تقابلی مطالعہ اور دوسرے نظاموں سے موازنہ کی کوشش نہیں کی گئی۔ مجھے نہ اس سے بحث ہے اور نہ میرے پاس اسکے وسائل ہی ہیں۔ اس کتاب کا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ

---

[1] الاخوان المسلمون کے اکثر لکھنے والے اس فرق کو محسوس کرتے ہیں۔ احمد انس الحجاجی نے اپنے ایک رسالہ "رجل الساعۃ" (وقت کا آدمی) میں اسے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مختلف اقتصادی افکار میں اسلام کا موقف کیا ہے۔" (صنا)

مصنف کے الفاظ میں یہ کتاب کا مرکزی مضمون ہے۔ اُن کو اس بات کا بڑا درد اور شدید احساس ہے کہ سرمایہ داری اور کمیونزم کی رسہ کشی کے درمیان اسلام گم ہو کر رہ گیا ہے۔ دین کے علم بردار ایسے جامد اور بے خبر ہیں کہ وہ بے سمجھی میں یا جان بوجھ کر سرمایہ داری کے آلۂ کار بن جاتے ہیں۔ اس لیے دین کی تعلیمات کو صاف اور منقح طور پر پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ اور ہمیں خوشی ہے کہ محمد الغزالی اور ان کے رفقاء مقدور بھر اس کام کو کر رہے ہیں۔

مؤلف کے خیال میں قوموں کی ترقی، اخلاقی برتری اور عام اصلاح میں اقتصادی خوشحالی کا بڑا دخل ہے۔" مصنف کی رائے میں یہ مارکسی نظریہ تاریخ نہیں۔ وہ کہتے ہیں:-

"ہم معنوی اور روحانی اقدار کی اہمیت و تاثیر کے منکر نہیں۔ لیکن حقائق سے اپنی آنکھیں بند نہیں کر سکتے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ فقر و فاقہ کی ماری ہوئی سوسائٹی میں بد اخلاقیوں کو پھیلنے اور سر اٹھانے کا خوب موقع ملتا ہے۔ احادیث میں اس طرف بار بار اشارہ کیا گیا ہے۔" (صلا)

یہی وجہ ہے کہ مؤلف اور ان کے رفقا کے پروگرام میں اقتصادی اصلاح کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ اور غالباً اسی سبب سے "اخوان" کو "کمیونسٹ" ہونے کا الزام بھی دیا گیا ہے۔ جناب "رائیٹر" بھی کبھی کبھی اس طرح کی کرم فرمائی کر دیا کرتے ہیں۔

مسلمانوں کی معاشی بدحالی اور اخلاقی پستی کے اسباب پر بحث کرنے کے بعد مصنف نے علاج کی طرف توجہ کی ہے اور اس سلسلے میں بڑی سنجیدہ اور معقول باتیں کہی ہیں جن سے ان کی سوجھ بوجھ اور فکری صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ اتفاق سے وہ مسائل جن کی طرف مؤلف نے خاص طور پر توجہ کی ہے ہمارے ہاں بھی اُسی طرح اہم اور زیر غور ہیں جس طرح مصر میں، نیز علاج کے لیے بھی ہم اور وہ ایک ہی شفا خانہ (کتاب و سنت) کی طرف توجہ کرتے ہیں، اس لیے طبعی طور پر تشخیص میں بڑی حد تک توارد اور یکسانی پائی جاتی ہے۔ تاہم کہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہیں نسخوں میں جزئی اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر مولف نے سونے اور چاندی کے نصاب میں یکسانی پر بہت زور دیا ہے (ص ۹۵)۔ اسی طرح وہ طبیب، کاریگر، انجینئر اور دوسرے پیشہ ور طبقوں کی آمدنیوں پر زکوٰۃ عائد کرنے کے حامی ہیں (ص ۹۳)۔ مصنف کا بیان ملاحظہ ہو:

"اسلام میں زکوٰۃ کہیں جمع شدہ مال پر عائد کی گئی ہے اور کہیں آمدنیوں پر۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ جس شخص کی آمدنی اُس کاشتکار کے برابر ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اُس پر بھی اسی تناسب سے زکوٰۃ عائد ہونی چاہیے۔

اسلامی نظام میں یہ بات ناقابلِ فہم ہے کہ پانچ ایکڑ زمین کے مالک کسان پر تو زکوٰۃ واجب ہو اور ایسی عمارتوں کے مالک آزاد چھوڑ دیے جائیں جن کی آمدنی پچاس ایکڑ زمین کی آمدنی کے برابر ہو۔ یا اُن طبیبوں سے کچھ نہ لیا جائے جو ایک دن میں اتنا کما لیتے ہوں جو غریب کسان اپنی پانچ ایکڑ زمین سے عمر بھر میں بھی نہیں حاصل کر سکتا۔ اس لیے ان سب پر زکوٰۃ عائد ہونی چاہیے۔" (ص ۹۳-۹۴)

لیکن اطمینان کی بات یہ ہے کہ مؤلف اور ان کے رفقاء ان تجویزوں کو قطعی نہیں قرار دیتے یہ تجویزیں بہرحال تجویزیں ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ:

"یہ ایک آدمی کے سوچنے کی بات نہیں۔ علماء اور اہلِ نظر کے تعاون سے کوئی چیز طے ہو سکتی ہے۔" (ص ۹۴)

مصر کی معاشی اصلاح کے سلسلے میں مؤلف نے اور چند تجویزیں پیش کی ہیں۔ ان سے بھی ان کے طرزِ فکر کا اندازہ ہوگا:۔

"(۱) عام ضرورت کی چیزوں کو قومی ملکیت قرار دینا۔ کمپنیوں کی اجارہ داری کو ختم کرنا اور کسی فردِ واحد کو "مرافقِ عامہ" میں تصرف کا حق نہ دینا۔

(۲) بڑی زمینداریوں کو کم کرنا اور زرعی مزدوروں کو تدریجی طور پر زمینوں کا مالک بنانا

(۳) جمع شدہ دولت پر ٹیکس عائد کرنا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۴) غیر ملکیوں سے زمین واپس لینا۔

(۵) مزدوروں کی مزدوری کو کارخانوں کے منافع کے ساتھ اس طرح وابستہ کرنا کہ عام مزدوری کے علاوہ، منافع میں بھی کچھ اُن کا حصہ ہو۔

(۶) میراث پر متزاید محصول (ضریبۃ تصاعدیہ Progressive rate of taxation) عائد کرنا اور منشاء قرآنی کے مطابق اسے مفادِ عامہ کے کاموں میں خرچ کرنا۔"

یہ تجویزیں شاید کچھ سخت اور انتہا پسندانہ معلوم ہوں، مگر مصر کی موجودہ معاشی صورتِ حال کا یہ لازمی ردِ عمل ہے۔ شاید پاکستان میں سندھ کے علاوہ کوئی ایسا علاقہ نہیں جہاں امیر و غریب کے درمیان مصر جیسا معاشی تفاوت ہو۔ مصر میں صرف آہرام ہی نہیں۔ یہاں اور بھی عجائبات ہیں فراعنہ کی زمین صحیح معنوں میں مجموعۂ اضداد ہے۔

اِن سب کے بعد مصنف نے کتاب کے آخر میں جو کچھ لکھا ہے اُس سے اُن کے ذہن کی صفائی اور دماغی سلجھاؤ کا پتہ چلتا ہے:-

"سیاسی استبداد، سرمایہ دارانہ ظلم اور مصنوعی دینداری، مشرق کی پُرانی بیماریاں ہیں ــــ اور اس سے بھی بڑی پستی یہ ہے کہ ان "بیماریوں" کی پرورش اور پرداخت کے لیے غریب اسلام کو استعمال کرنے کی کوشش کی جائے۔

بعض مذہبی جماعتوں کے خیال میں دین صرف ایمان بالغیب، روزِ آخر پر یقین اور چند عبادتوں کا نام ہے۔ ان کے ساتھ کچھ شخصی قوانین اور انفرادی احکام کا پیوند بھی لگا لیا جاتا ہے۔ یہ جماعتیں اسی تنگ دائرے میں دین کی خدمت کرنا چاہتی ہیں سیاسی ڈکٹیٹرشپ اور اقتصادی سرمایہ داری کے ساتھ ساتھ اگر یہ اپنے مزعومہ مقصد میں کامیاب بھی ہوں، تو ان کی کامیابی و ناکامی دونوں برابر ہیں۔ جب تک برسرِ اقتدار فرعونیت (الفرعونیۃ الحاکمۃ) اور سرمایہ دارانہ قارونیت (القارونیۃ الکانزۃ) اللہ کی زمین میں فساد برپا کر رہی ہیں اور بنی نوعِ آدم کا خون بہا رہی ہیں، تعلیماتِ اسلام کی حیثیت

© rasailojaraid.com